22

# دینی علم نہ ہونے اور عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے دقتیں

(فرمودہ 9جون 1944ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"چونکہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث بھی عربی میں ہیں اور عرب اِس وقت سب سے پیچھے ہیں تعلیم میں، دین میں اور دین پر عمل کرنے میں اور زیادہ تر مقابلہ جو اسلام کا غیر مذاہب سے ہو رہا ہے وہ دوسرے ممالک خاص کر ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ عرب میں دجّالی فتنے اتنے زور شور سے داخل نہیں ہوئے جتنے زور سے دوسرے ممالک میں داخل ہوئے ہیں۔ بوجہ عربوں میں تعلیم کی کمی کے اور بوجہ اس ملک کے غیر ذی زرع ہونے کے غیر قوموں کی توجہ کو اس نے اپنی طرف اس طرح نہیں کھینچا جس طرح دوسرے زرخیز ممالک نے کھینچا ہے۔ اس وجہ سے وہ قومیں جو مختلف رنگوں میں اسلام پر حملہ آور ہیں اس کثرت سے اس ملک میں داخل نہیں ہوئیں جس کثرت سے دوسرے ممالک میں داخل ہوئی ہیں۔ اس لیے اسلام اور غیر اسلام کی جنگ کا میدان

اِس زمانہ میں عرب نہیں بلکہ دوسرے ممالک ہیں اور خصوصاً ہندوستان ہے کیونکہ ہندوستان ہی اِس زمانہ میں سب مشہور مذاہب کا مرکز بنا ہوا ہے۔ دوسرے ممالک میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ مثلاً مصر ہے۔ وہ اتنا دور ہے ہندو مذہب سے اور وہ اتنا دور ہے ہندو تہذیب سے کہ وہاں ہندو دھرم کی اسلام سے جنگ نہ ہو سکتی تھی۔ اسی طرح مصر اتنا دور ہے بدھ مت سے اور اتنا دور ہے بدھ تہذیب سے کہ وہاں اسلام اور بدھ مت کا مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بے شک بعض اَور ممالک ایسے بھی ہیں جہاں اسلام کی غیر مذاہب سے جنگ ہو سکتی تھی مگر وہاں بھی سارے اَدیان سے نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسی جنگ صرف ہندوستان میں ہی ہو سکتی تھی اور ہو رہی ہے۔ یہاں عیسائیت موجود ہے کیونکہ حکمران عیسائی ہیں۔ یہاں یہودی قوم کی بھی پرانی نسل اور کئی نئی نسلیں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے اور زرخیز اور تجارتی ملک ہے اور یہودی تجارت پیشہ لوگ ہیں اور بڑے بھاری تُجّار ہیں اس لیے وہ ہندوستان میں آئے اور یہاں بس گئے۔ اِسی طرح زرتشت مذہب بھی بحیثیت قوم ہندوستان میں پایا جاتا ہے اور صرف ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے۔ سیر وسیاحت کے لیے اِس مذہب کے لوگ کسی اَور ملک میں چلے جائیں تو اَور بات ہے مگر بحیثیت قوم یہ مذہب ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے۔ اسی طرح قدیم مذاہب میں سے ہندو دھرم ہے اور ہندوستان اِس کا مرکز ہے۔ پھر جین مت ہے اِس کا مرکز بھی ہندوستان میں ہی ہے۔ پھر بدھ مت ہے اِس کا مرکز بھی ہندوستان ہی ہے۔ گو اَور علاقوں کی طرف یہ مت ہندوستان کی نسبت زیادہ پھیل گیا ہے مگر ہندوستان کے ساتھ پہلے برما بھی شامل تھا اور برما میں اِس مذہب کا بہت بڑا مرکز ہے۔

پس ہندوستان دنیا کے تمام معروف اور قدیم مذاہب کا یا تو مرکز ہے یا وہ کسی نہ کسی وجہ سے ہندوستان میں جمع ہو گئے ہیں۔ ہندو دھرم، بدھ مت، جین ازم اور پارسی مذاہب کا تو ہندوستان مرکز ہے۔ عیسائی گو یہاں کثرت سے نہیں لیکن ان کے حاکم ہونے کی وجہ سے یہ مذہب بھی ہندوستان میں آ گیا۔ یہودی چونکہ تاجر لوگ ہیں وہ تجارت کی وجہ سے ہندوستان میں آ گئے۔ اسلام تو ہندوستان میں ہے ہی۔ غرض جو مذاہب پرانی تہذیبوں کے مدعی ہیں یا دوسروں پر اپنی فوقیت کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ ہندوستان میں موجود ہیں۔ گویا بہت سے تو ایسے

مذاہب ہیں جن کا یا تو ہندستان مرکز ہے یا پھر وہ باہر سے ہندوستان میں آگئے ہیں۔ اِس لیے اِس زمانہ میں ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں اسلام اور غیر مذاہب کی مکمل جنگ ہو سکتی تھی۔ ادھر ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جو عربی زبان سے بالکل بے بہرہ ہے۔ اگر کوئی محنت اور کوشش کر کے قرآن کریم اور احادیث پڑھ لے تو اَور بات ہے ورنہ پنجابی جاننے والے، بنگالی جاننے والے، مرہٹی جاننے والے، تلنگو جاننے والے اور ہندوستان کی دوسری زبانیں جاننے والے عربی زبان سے بہت دور ہیں کیونکہ یہ زبانیں عربی سے بہت دور ہیں۔ البتہ اردو کسی قدر عربی زبان کے قریب ہے۔ ان حالات میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بسنے والے مسلمان دینِ اسلام سیکھنے کی آسانی میں سب سے پیچھے ہیں۔ بے شک چین میں بھی مسلمان پائے جاتے ہیں اور وہاں بھی ان کی کروڑوں کی تعداد ہے مگر پھر بھی ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد کے برابر اُن کی تعداد نہیں اور نہ اَور مذاہب کے لوگ مثلاً جینی، پارسی اور ہندو وہاں پائے جاتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے اپنا مامور اِس ملک میں بھیجا جو سارے مذاہب کا مرکز ہے اور وہ ہندوستان ہے۔ مگر ہمارے لیے سب سے زیادہ مشکل یہ ہے کہ بڑی محنت سے اور بڑی کوشش سے دین کی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ ورنہ زبان سے تعلق رکھنے والی جو آسانیاں ہوتی ہیں وہ ہندوستان میں رہنے والے لوگوں کو حاصل نہیں ہیں۔ نہ تو عرب سے ہندوستان کی سرحد ملتی ہے، نہ عربی تمدن ہندوستان میں پایا جاتا ہے، نہ ہندوستان کے لوگ عربی زبان جانتے ہیں۔ بلکہ ایسی زبانیں جانتے ہیں جو کسی وقت گو عربی زبان سے ہی نکلی ہوں کیونکہ عربی زبان اُمُّ الْاَلْسِنَہ ہے۔ مگر اِس وقت اِن زبانوں کا عربی سے اتنا بُعد ہو چکا ہے کہ گویا عربی سے اِن کا کبھی جوڑ ہوا ہی نہیں تھا۔ مرہٹی اور گجراتی زبانوں کے لہجے اور مالاباری اور تلنگو زبان کے الفاظ عربی زبان کے سامنے رکھے جائیں تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اِن کا کوئی تعلق عربی زبان سے ہے۔ "ڑ" اور "ڈ" کا اِن میں اتنا زور ہوتا ہے کہ عربی سے اِن کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ اِس وجہ سے مَیں نے دیکھا ہے کہ ہندوستان میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پیش کرنے میں اور آپ کے سلسلہ کی اشاعت کرنے میں اَور مشکلات ہیں وہاں زبانِ عربی سے لوگوں کا ناواقف ہونا بھی بہت بڑی مشکل ہے۔ اِسی طرح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تربیت کرنا بھی بے حد مشکل ہے۔

عربوں کے لیے عربی جاننے کی وجہ سے دین سیکھنے میں بہت آسانی تھی۔ جب تک اُن کے سامنے یہ سوال ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے اور راستباز ہیں یا نہیں، قرآن خدا کا کلام ہے یا نہیں، اُس وقت تک اُن کے لیے مشکل ہوتی تھی۔ لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اُن پر واضح ہو جاتی اور وہ آپ پر ایمان لے آتے اور یقین کر لیتے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے تو پھر قرآن کریم اُن کے لیے بالکل کھلی ہوئی کتاب ہوتی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات سمجھنا بالکل آسان ہوتا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے اور آپ جو کچھ فرماتے وہ عربی زبان میں بیان فرماتے اور سننے والے بآسانی اسے سمجھ لیتے اور اس کے مطابق اپنے عقائد اور اعمال بنا لیتے اور اپنی اصلاح کرتے ہوئے روحانی مدارج حاصل کرتے جاتے۔ اِس طرح اُن کے لیے کس قدر آسانی تھی۔ اِسی طرح یہود کی زبان عبرانی تھی اور اُن میں جو انبیاء آئے وہ عبرانی میں باتیں کرتے تھے اور عبرانی میں ہی دین کی تعلیم دیتے تھے، اِسی زبان میں اُن کی مقدس کتابیں تھیں۔ مگر اِس کے بعد خدا تعالیٰ نے ایک نیا طریق جاری کیا اور وہ یہ کہ عرب میں ایک ایسا نبی بھیجا جو ساری دنیا کے لیے تھا اور دنیا کی ساری زبانیں بولنے والے لوگوں کے لیے تھا۔ عرب اس کے پہلے مخاطب تھے اور عربوں نے خدا تعالیٰ کے اس انعام اور فضل کی جو قدر کی اور اس کے لیے جس قدر قربانیاں کیں کسی اَور قوم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مگر 50، 60 سال سے زیادہ عرصہ تک عربوں کے پاس حکومت نہ رہی۔ بنو امیہ کی سو سال تک حکومت رہی۔ وہ خالص عرب تھے اور عربوں کی پرورش بھی کرتے رہے مگر انہوں نے عرب کو چھوڑ کر اپنا مرکز دمشق کو بنالیا۔ بنو عباس بھی عرب تھے مگر انہوں نے مرکز کے طور پر بغداد کو چُنا اور اُن پر عجمی اثر اتنا غالب تھا کہ عرب سے اُن کا تعلق نہ رہا۔ انہوں نے اکثر اپنے وزراء اور جرنیل بھی عجمی مقرر کیے۔ غرض جہاں تک قومی حکومت کا تعلق ہے عربوں کا اِس قدر جلدی تنزّل ہوا کہ شاید ہی کسی اَور قوم کا ہوا ہو۔ جہاں نہایت قلیل عرصہ میں عربوں کی ترقی کی

مثال نہیں ملتی وہاں اتنے قلیل عرصہ میں ان کے تنزّل کی بھی مثال نہیں ملتی۔ جب یہ قوم اٹھی تو چند ہی سال میں ساری دنیا پر چھا گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ کے ساڑھے پچیس سال کے عرصہ میں عربوں نے ساری دنیا کو روند ڈالا۔ مگر پھر 12، 14 سال کے اندر اندر بحیثیت عرب ختم ہو گئے۔ بلکہ جس دن دمشق میں حکومت چلی گئی اُسی دن ملکِ عرب بحیثیت حکومت ختم ہو گیا۔ حضرت علیؓ اور بنو امیہ کے زمانہ میں بھی عربوں کا اثر تھا مگر اسے ملکِ عرب کا اثر نہیں کہا جا سکتا تھا۔ گویا عربوں نے 25 سال کے عرصہ میں جو کچھ فتح کیا تھا اُسے 12، 13 سال میں کھو دیا گیا۔ شام کا ملک تھا جہاں مسلمان بادشاہ تھے مگر ان کا عرب مرکز نہ تھا۔ مختلف ممالک پر اس خاندان کی حکومت 98 سال کے قریب بنتی ہے۔ اگر اس خاندان کی حکومت کو عرب کی قومی حکومت بھی قرار دے دیا جائے اور اِس کے زمانۂ حکومت سے 25 سال کامیابی اور ترقی کے نکال دیے جائیں تو گویا 73 سال کے عرصہ میں مسلمان بالکل ملیامیٹ ہو گئے۔

پھر جہاں تک عربی تمدن کا تعلق تھا وہ بھی بہت جلد ختم ہو گیا۔ بنو عباس عرب تھے مگر عرب بحیثیت قوم ان کی ترقی کے اثرات سے محروم تھے۔ عربوں نے سپین میں بڑی ترقی کی مگر اس کا اثر بھی عربوں پر نہ پڑا۔ عرب جو سپین میں جاتا وہ ذاتی طور پر فائدہ اٹھاتا مگر عرب کا ملک محروم تھا۔

اب خدا تعالیٰ نے عرب کو اسلام کے دوبارہ زندہ کرنے کے لیے نہ چُنا بلکہ ہندوستان کو منتخب کیا کیونکہ عرب نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چُنا اور مر گیا اُسی طرح جس طرح ایک ماں بچہ جننے کے بعد مر جائے تو دوسری شادی کی جاتی ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے ہندوستان کو چُنا اور ہندوستان اِس بات کا حق دار تھا کہ اسے چُنا جاتا۔ کیونکہ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے ہندوستان ہی اِس زمانہ میں تمام معروف مذاہب کی جولانگاہ ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہندوستانیوں کے لیے عربی پڑھنا اور سمجھنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا اہلِ زبان کے لیے ہے۔ اِس وجہ سے بعض مشکلات ہیں۔ عوام الناس کا جہاں تک تعلق ہے اور جتھا بندی کا جہاں تک سوال ہے ایسی اصلاح اُسی وقت ہو سکتی ہے جب قوم میں عام علم ہو۔ اور ساری کی ساری

قوم میں علم پیدا کرنا اتنا مشکل کام ہے کہ جس کے لیے بڑی جدوجہد اور کوشش کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کا تمدن، ہندوستان کی زبان اور ہندوستان کا علم چونکہ بالکل الگ ہے اس لیے سب کچھ نئے سرے سے سکھانا اور پڑھانا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے جہاں یہ کام بہت بڑا اور بہت مشکل ہے وہاں عربی نہ جاننے کی وجہ سے بعض لوگوں کو کئی رنگ میں ٹھوکریں بھی لگ جاتی ہیں اور اسی وجہ سے ہماری جماعت کے بعض لوگ اتنے لمبے عرصہ میں یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ درحقیقت مامور اور نبی ایک ہی ہوتا ہے۔ پیغامی اِسی بات سے ٹھوکر کھا گئے۔ انہوں نے مامور اور نبی کو الگ الگ سمجھ لیا۔ حالانکہ نبی اور مامور ایک ہی ہوتا ہے۔ جسے خدا تعالیٰ امر دے کر لوگوں کی اصلاح کے لیے کھڑا کرے وہی نبی، وہی رسول اور وہی مامور ہوتا ہے۔ ان میں فرق کرنے کی وجہ سے لوگوں کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ اور مَیں دیکھتا ہوں عجیب لطیفہ یہ ہے کہ یہ بات نہ سمجھنے کی وجہ سے ایسے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم مامور ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نبوت کا دروازہ بند سمجھتے ہیں۔ حالانکہ مامور اور نبی ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص نبی ہو مگر مامور نہ ہو۔ یا نبی نہ ہو اور مامور ہو۔ جسے خدا تعالیٰ لوگوں کی اصلاح کے لیے حکم دے کر کھڑا کرتا ہے وہی مامور ہوتا ہے اور اُسی کو نبی کہا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ جب ایک بندہ کو یہ حکم دے کر بھیجتا ہے کہ جاؤ جاکر لوگوں سے میرے احکام منواؤ تو لوگوں کے لیے بھی اُس کا یہ حکم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ کہتا ہے ہماری طرف سے کہتا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ اسے مانو۔ مگر کتنا تعجب ہے اِس عقیدہ پر کہ گویا خدا تعالیٰ ایسے لوگوں سے یہ تو کہتا ہے کہ تم میری طرف سے مامور ہو اور تمہارا کام یہ ہے کہ لوگوں سے جاکر میرے احکام منواؤ۔ مگر لوگوں کے متعلق اُس کا یہ فیصلہ ہے کہ تم اسے مانو یا نہ مانو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ یہ کتنی صاف اور واضح بات ہے کہ خدا تعالیٰ کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر عربی زبان نہ جاننے کی وجہ سے کئی لوگ اِس بات کے سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ یعنی جسے مامور قرار دیتے ہیں اُس کے متعلق خیال کر لیتے ہیں کہ اُس کا نبی اور رسول ہونا ضروری نہیں ہے اور اُس کی بات کا ماننا سب پر فرض نہیں ہے۔ حالانکہ کوئی نبی لوگوں کو خدا تعالیٰ کی کوئی خبر دے گا کس طرح، جب تک کہ خدا تعالیٰ اُسے بھیجے گا نہیں۔ اور جب وہ

خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہو گا تو رسول بھی ہو گا۔ پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو رسول بنا کر بھیجے اور وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی خبر نہ پہنچائے اور چُپ چاپ گھر میں بیٹھ رہے۔ وہ نبی کیسا۔ وہ تو جہنمی ہو گا۔ بات یہ ہے کہ دنیا کی اصلاح کے لیے مامور ہونے والا جب خدا تعالیٰ کے سامنے کان سے کام لیتا ہے تو رسول ہوتا ہے، جب خدا کی بات پہنچانے کے لیے بندوں کے پاس بھیجا جاتا ہے اور زبان سے کام لیتا ہے تو نبی ہوتا ہے۔ گویا کان کے لحاظ سے رسول ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی بات زبان کے ذریعہ پہنچانے کے لحاظ سے نبی۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ ایک بندہ خدا تعالیٰ کی بات کان سے سُنے مگر لوگوں کے سامنے اُس کی زبان نہ چلے۔ جسے خدا تعالیٰ نبی بناتا ہے وہ زبان بھی ضرور ہلاتا ہے۔ ورنہ جو یہ دعوٰی کرے کہ مجھے خدا نے لوگوں کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے مگر لوگوں کو خدا کی بات نہ پہنچائے وہ مفتری ہو گا نبی نہ ہو گا۔ یہ ساری مشکلیں عربی زبان کے نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

اِسی طرح جو شخص نبوت کا دعوٰی اس بناء پر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا ہے کہ نبی آتے رہیں گے اُس سے پوچھنا چاہیے کہ تمہاری صداقت کے دلائل کیا دیے ہیں؟ کیونکہ خدا تعالیٰ کسی کو بِلا دلیل نہیں بھجوایا کرتا۔ ایک دفعہ تیماپوری قادیان میں آیا تو مجھ سے کہنے لگا مَیں مامور ہوں آپ مجھے مانیں۔ مَیں نے کہا خدا تعالیٰ نے آپ کی سچائی کی کیا دلیل پیش کی ہے کہنے لگا نشان بعد میں ظاہر ہوں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعوٰی کے وقت کیا دلائل پیش کیے تھے مَیں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پھبتی تھی کہ آپ خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل ہونے کا دعوٰی کریں۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے ایسا مضبوط کریکٹر دیا تھا جو سارے علاقہ میں شائع اور معروف تھا اور ہر شخص جانتا تھا کہ ممکن ہی نہیں کہ آپ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹ بولتے۔ جب صبح کو آپ نے دعوٰی کیا تو چونکہ رات کو سونے تک آپ کو سارے علاقہ میں صادق یقین کیا جاتا تھا اِس لیے قوم کو تسلیم کرنا پڑا کہ آپ نے خدا پر بھی جھوٹ نہیں بولا اور جو شریف الطبع انسان تھے انہوں نے پہلے ہی آپ کو مان لیا۔ پس یہ دلیل تھی جو معجزات سے پہلے خدا تعالیٰ نے آپ کو مہیا کر دی۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

دعوٰی سے قبل براہین احمدیہ جیسی کتاب تصنیف فرمائی اور اس میں اسلام کی صداقت کے متعلق جو دلائل پیش فرمائے وہ اِتنے شاندار اور اِتنے بے مثل تھے کہ تقوٰی رکھنے والے انسان انہیں دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ دلائل کوئی ایسا انسان نہیں لکھ سکتا جو مفتری ہو۔ یہ تو ایسا ہی انسان لکھ سکتا ہے جو اسلام کو دوسرے تمام مذاہب پر غالب کرنے والا، اسلام کو زندہ اور زبردست دین ثابت کرنے والا ہو۔ کیونکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک جھوٹے اور مفتری سے ایسا کام لے۔ مَیں نے کہا یہی بات دیکھ کر مولوی نورالدین صاحب اور دوسرے مخلص لوگوں نے آپؑ کو صادق مان لیا اور پھر اور لوگ مانتے چلے گئے۔ کہنے لگا آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ مَیں نے کہا براہین احمدیہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھنی شروع کی تھی نامکمل رہ گئی ہے اسے پورا کر دو۔ اگر ایسا کر دو تو مَیں تمہاری بیعت کر لوں گا۔ مگر اِس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

تو جن کے سپرد خدا تعالیٰ کوئی کام کرے وہ مامور ہوں یا غیر مامور، اُن کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایسا مصلح یا تو پہلے نبی کے کام کو مکمل کرنے کے لیے آتا ہے۔ اُس وقت نئے دین کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اُس دین کے قبول کرنے والوں میں قوتِ عملیہ پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو کام جاری ہوتے ہیں اُنہیں مکمل کرنا اُس مصلح کا کام ہوتا ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشعؑ آئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ مَیں ان کے کام کو پورا کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اس صورت میں دیکھنا یہ چاہیے کہ ایسے مصلح نے وہ کام پورا کر دیا یا نہیں۔ اگر کر دیا تو اُس کے آنے کا مقصد حل ہو گیا اور اُس کے آنے کی غرض پوری ہو گئی۔ دوسری حالت یہ ہوتی ہے کہ مصلح اور مامور نئی شریعت لاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسرِ موعود اور مصلح موعود کے متعلق جو پیشگوئی کی وہ اپنے دعوٰی کی صداقت کے ثبوت کے لیے کی۔ جب ہوشیار پور میں آپ نے دعا کی تو یہی کی کہ الٰہی! مَیں جو دعوٰی صداقتِ اسلام اور برتری کا دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں لوگ اسے نہیں مانتے۔ اے خدا! تُو دنیا کو میری صداقت کا کوئی زندہ نشان دکھا۔ اِس دعا کی قبولیت میں آپ کو پسرِ موعود کا نشان دیا گیا۔ اب پسرِ موعود کا ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوٰی کی تکمیل کے لیے ہے اِس سے علیحدہ کوئی چیز نہیں اور کوئی نیا دعوٰی نہیں ہے۔ لیکن دوسری قسم کا مدعی اُس وقت مبعوث کیا جاتا ہے جب قوم میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ پسرِ موعود نے چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت پیش کرنی اور آپ کے مقاصد کی تکمیل کرنی ہے۔ اِس لیے اِس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ جماعت میں کسی خرابی کی تلاش کی جائے۔ جہاں تک اس کے نام مصلح موعود کا تعلق ہے وہ غیر احمدیوں کے لیے ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو یہ سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ مصلح موعود اُن کے اِس خیال کو غلط ثابت کرے گا اور سلسلہ کو پہلے سے بہت زیادہ طاقت، شوکت اور وسعت دے گا اور ان لوگوں کی اصلاح کر کے انہیں احمدیت میں داخل کرے گا۔ گویا وہ اِس طرح کا مصلح موعود نہ ہو گا جو کسی جماعت کے بگڑ جانے کے بعد اُس کی اصلاح کے لیے آتا ہے۔ کیونکہ اِس قدر قریب نبی کے بعد اُس کی جماعت نہیں بگڑا کرتی۔ اگر اِس قدر جلدی نبیوں کی جماعتیں بگڑ جائیں تو دوسروں کو مومن کون بنائے۔ ہر نبی اپنے بعد ایک مومن جماعت چھوڑ کر جاتا ہے جو اُس کے کام کو جاری رکھتی ہے اور ایک عرصہ تک صداقت پر قائم رہتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ اِدھر نبی فوت ہو اور اُدھر اُس کی جماعت مرتد ہو جائے۔ اگر کوئی جماعت کسی مدعی کی وفات کے معاً بعد مرتد ہو جاتی ہے تو وہ خدا کی جماعت نہیں ہو سکتی اور نہ اُس کا بانی خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ نبی کی جماعت ایک عرصہ تک صداقت پر قائم رہتی ہے اور ترقی کرتی ہے۔ پھر اُس میں کمزوری پیدا ہوتی ہے اور وہ اصلاح کی محتاج ہو جاتی ہے۔ اِس سے نبی کی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ لیکن اگر اُس کی جماعت ابتدا میں ہی بگڑ جائے اور صداقت سے روگرداں ہو جائے تو اُس سے اس کی صداقت قائم نہیں رہ سکتی۔ اگر گٹھل سے پودا نکلے جو سال دو سال کے بعد جل جائے تو اُس کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ اپنی عمر کو پہنچ کر ختم ہوا۔ لیکن اگر وہ بڑھا، پھولا اور اس نے پھل دیا اور پھر سُوکھ گیا تو اِس کے کامیاب ہونے میں شک نہیں کیا جاسکتا۔ اِسی طرح وہ جماعت جس میں کوئی نبی آئے اُس کی نسلیں چلیں اور ٹھیک و درست راستہ پر چلیں، پھل دیں اور بعد میں گندی ہو جائیں تو یہ کوئی قابلِ اعتراض

بات نہ ہوگی۔ ایک عرصہ کے بعد ہر ایک جماعت ایسی ہو ہی جاتی ہے۔ اِس وجہ سے کسی جماعت کو ناکام نہیں کہیں گے۔ لیکن اگر جماعت کی وہ اکثریت جو نبی کے ہاتھ پر جمع ہوئی ہو اپنی زندگی میں تباہ ہو جائے اور گمراہی کے گڑھے میں جاگرے اور اصل تعلیم پر قائم نہ رہے تو ایسا مامور جھوٹا ثابت ہوگا۔ غرض جماعت احمدیہ میں تو مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن اور آپ کی تعلیم کو پھیلانے کے لیے آیا ہے۔ اب چاہے خدا تعالیٰ اسے اتنی کامیابی اور اتنی عظمت دے کہ دنیا کے کناروں تک اسلام پھیل جائے اور ایمان زمین سے عرش تک پہنچ جائے۔ جماعت چلے گی اُدھر ہی جدھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلایا ہے اور اُسی تعلیم پر عمل کرے گی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی ہے۔ اس سے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہونے میں تباہی و بربادی ہے اور ایسے لوگوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہو سکتا۔ اِسی بات کے نہ سمجھنے کی وجہ سے جتنے مدعی کھڑے ہوتے ہیں وہ کوئی اَور راہ اختیار کر کے کہتے ہیں کہ ہم جماعت کی اصلاح کرنے کے لیے آئے ہیں۔ دراصل انہوں نے اصل حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں مصلح دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ مصلح جو نبی کے بعد اِس لیے آتا ہے کہ اُس کے کام کو جاری رکھے اور اُسے وسعت دے۔ جیسے حضرت سلیمانؑ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد اور یوشعؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے۔ اُس وقت بنی اسرائیل میں کوئی خرابی نہ پیدا ہوگئی تھی بلکہ اِس لیے آئے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو تعلیم دی تھی اُسے پھیلائیں اور ترقی دیں۔ اُس وقت یہودی اپنی غلطی سے تائب ہو چکے تھے۔ حضرت یوشعؑ نے آکر اُنہیں بُت پرستی کے گڑھے سے نہیں نکالا۔ بُت پرستی سے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہی نکل چکے تھے۔ حضرت یوشعؑ نے یہی کہا کہ مَیں موسیٰؑ کا شروع کیا ہوا تسلسل قائم رکھنے کے لیے آیا ہوں۔ اِسی طرح مصلح موعود کا جماعت احمدیہ میں آنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے ہے اور اُسی مقصد کو پورا کرنے کے لیے آیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ نہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جماعت قائم فرمائی ہے وہ بگڑ چکی ہے اور اس کی اصلاح کے لیے آیا ہے۔

دوسری قسم کا مصلح اُس وقت آتا ہے جب قوم کی قوم بگڑ جاتی ہے اور اصل دین کھو بیٹھتی ہے۔ دیکھو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی باتیں پیش فرمائیں جو اسلام نے پیش کی ہیں۔ لیکن مسلمان چونکہ بگڑ چکے تھے، اسلام کی اصل تعلیم فراموش کر چکے تھے اور سراسر غلط عقائد پر قائم تھے اِس لیے غیر احمدیوں نے یہ سمجھا کہ آپؑ نے ہر بات نئی اور خود ساختہ پیش کی ہے۔ لیکن میرے وقت میں جماعت کی اکثریت اور بہت بڑی اکثریت وہی باتیں مانتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائیں اور وہی کہتی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل تعلیم پر قائم ہے۔

غرض ہمارے راستہ میں بہت سی دقتیں ہیں۔ بعض لوگ یہ تو مان لیتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے تھے لیکن یہ مان لینے سے اُن کی دَوڑ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ مسائل تک ہی ہوتی ہے۔ چونکہ ہماری دینی زبان عربی ہے اور وہ عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے دین کے مغز تک نہیں پہنچتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی کو کوئی ایک آدھ رؤیا ہو گیا تو وہ کہنے لگ جاتا ہے کہ ہم پر وحی نازل ہوتی ہے اور ہم مامور ہیں۔ پھر اس کے ساتھ جب اُسے خیال آتا ہے کہ دعویٰ تو کر دیا مگر کام کچھ ہے نہیں۔ لوگ متوجہ کیونکر ہوں گے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی تو کہہ دیتا ہے کہ میں محمدی مقام پر فائز ہوا ہوں اور کوئی اِس سے بھی بڑا مقام اپنے لیے تجویز کر لیتا ہے۔ دراصل وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آگے بڑھ جانے کے لیے اِس قسم کی حرکات کرتے ہیں اور اصل چیز کو نہیں دیکھتے۔ ایسے لوگ جب دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر تو وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کی اور اس کی رو سے اُن کے لیے کسی قسم کے دعویٰ کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ تو وہ خیال کرتے ہیں کہ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جُدا نہ ہوں گے اُس وقت تک کام نہیں بنے گا۔ کیونکہ لوگ پوچھیں گے کہ جب باتیں وہی ہیں تو آپ کے تشریف لانے کی کیا ضرورت تھی اور اس طرح اپنا اڈہ قائم نہیں کیا جا سکے گا۔ اس لیے وہ ساتھ نہیں رہتے بلکہ الگ راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ کوئی تیماپور میں، کوئی لاہور میں

اور کوئی کہیں اَور بیٹھا دعویٰ کر دیتا ہے کہ مَیں مصلح موعود ہوں اور مَیں دنیا کی نجات کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔ چونکہ نہ اُنہیں علمِ دین حاصل ہے اور نہ خدمتِ دین کرنے والے اور تبلیغِ اسلام میں حصہ لینے والے آدمی اُن کے پاس ہیں اِس لیے ان کے پاس ایک ہی چیز رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی بڑا سا دعویٰ کر دیں تا کہ لوگ سمجھیں کہ کچھ نہ کچھ تو ہے۔ حالانکہ مصلح خدا تعالیٰ نام کے لیے نہیں بھیجتا بلکہ کام لیے بھیجتا ہے۔ اور یا تو اُس کا کام وہی ہوتا ہے جو اُس سے پہلے نبی نے جاری کیا ہوتا ہے اور یا پھر پہلے نبی کی تعلیم کو لوگ بُھول چکے ہوتے ہیں وہ اُس کو دوبارہ زندہ کرتا ہے۔ اگر تو وہ اُسی کام کو جاری رکھنے کے لیے آتا ہے تو جماعت اُس کی مخالفت نہیں کرتی بلکہ تسلسل قائم رہتا ہے۔ وہ آگے آگے چلتا ہے اور جماعت اس کے پیچھے چلتی ہے مگر رستہ وہی ہوتا ہے جو پہلے نبی نے بتایا ہوتا ہے۔ یا پھر مصلح کا یہ کام ہوتا ہے کہ نبی کی تعلیم میں جو بگاڑ پیدا ہو جائے اُس کو دور کر کے صحیح تعلیم اور صحیح نقشہ پیش کرے۔ مگر یہ باتیں ان دعویٰ کرنے والوں کے پاس نہیں ہوتیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی اس تعلیم کی جسے بگاڑ دیا گیا تھا جو اصلاح کی ہے قرآن کریم کے ذریعہ اور الہامِ الٰہی کے ذریعہ ، اِس کے ہوتے ہوئے کسی اَور اصلاح کی ضرورت نہیں ہے۔ الہام، وحی، معجزات، ملائکہ ، یومِ آخرت وغیرہ مسائل کے سمجھنے میں لوگوں کو جو غلطی لگی ہوئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے دور کر کے ان مسائل کو صاف کر دیا ہے۔ اِسی طرح ناسخ و منسوخ، اِحیائے موتٰی وغیرہ مسائل میں لوگوں نے جو گڑبڑ پیدا کر دی تھی اُسے دور کر دیا ہے۔ اب دعویٰ کرنے والے بتائیں کہ اسلام کی تعلیم میں جو خرابیاں پیدا کر دی گئی تھیں اُنہیں دُور کرنے میں کوئی کسر رہ گئی ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی اَور مدعی کو بھیجنا تھا۔ دراصل یہ ساری خرابی دین سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے ایسے مدعیوں کو سچا بنایا ہوتا تو اُن کو کچھ عطا بھی کرتا اور اُن پر انعام بھی نازل کرتا۔ مگر اِس قسم کی کوئی بات ان میں نہیں پائی جاتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک شخص یہاں آیا۔ اُس کے متعلق لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ وہ الہام کا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ نے اُسے بُلا کر پوچھا

آپ کو کیا الہام ہوئے؟ اُس نے کہا یہی کہ کبھی مجھے کہا جاتا ہے تُو موسٰی ہے، کبھی کہا جاتا ہے تُو نوح ہے، کبھی کہا جاتا ہے تُو عیسٰی ہے، کبھی کہا جاتا ہے تُو ابراہیم ہے، کبھی کہا جاتا ہے تُو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے ہر نبی کو کچھ نہ کچھ خاص کمالات دیے ہیں اگر تم کو خدا تعالیٰ نے فِی الْواقع موسٰی، عیسٰی، نوح، ابراہیم اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) قرار دیا ہے تو کیا اُن کے کمالات بھی دیے ہیں؟ کیا جب تمہیں نوح کہا جاتا ہے تو نوح کی طرح کشتی بھی عطا کرتا ہے؟ جب موسٰی کہتا ہے تو کیا یدِ بیضاء بھی اُس نے عطا کیا ہے؟ جب ابراہیم کہتا ہے تو کیا احیائے موتٰی کا معجزہ بھی دکھاتا ہے؟ یا جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہتا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مکمل اور کامل کتاب نازل کی اُس کے معارف اور باریکیاں بھی سمجھاتا ہے؟ کہنے لگا کہتا تو ہے کہ تُو محمد ہے، تُو ابراہیم ہے، تُو موسٰی ہے، تُو نوح ہے مگر دیتا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر آپ کو سمجھنا چاہیے کہ شیطان آپ کو دھوکا دے رہا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جب کسی کو کوئی منصب دیتا ہے تو اُس منصب کے مطابق انعامات بھی نازل کرتا ہے۔ وہ کسی کو دھوکا نہیں دیتا۔ پس مصلح یا تو وہ ہوگا جو پہلے نبی کے تسلسل کو جاری رکھنے والا ہوگا یا نئی شریعت یا شریعت کی نئی تفسیر لانے والا ہوگا۔ اگر وہ صاحبِ شریعت ہونے کا مدعی ہوگا تو اُسے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ پہلی شریعت میں یہ یہ بگاڑ پیدا ہو گیا تھا اور اُس کی مَیں نے یہ اصلاح کی ہے۔

جب مَیں ولایت گیا تو مجھے ایک عورت ملنے کے لیے آئی جو بہائی تھی۔ مَیں نے اُسے کہا بہاء اللہ جو شریعت پیش کرتا ہے اُس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ قرآن کریم ہر دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے۔ ہاں اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ کوئی ضرورت ایسی ہے جسے قرآن کریم پورا نہیں کرتا یا اُس میں کوئی نقص ہے جسے بہاء اللہ نے آکر دُور کر دیا ہے تو مَیں مان لوں گا۔ کہنے لگی قرآن مجید میں لکھا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ یہ قابلِ اصلاح بات ہے اور بہاء اللہ نے ایک ہی شادی جائز قرار دی ہے۔ مَیں نے کہا دلیل تو نہایت ناقص ہے۔ کیونکہ خاتمِ شریعت، نبی کی ایک خرابی کے دور کرنے کے لیے نہیں آیا کرتے۔ لیکن اگر یہ بات درست ثابت ہو تو چلو مَیں پھر بھی مان لوں گا مگر

یہ بات درست نہیں ہے۔ بہاء اللہ نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے۔ اس انگریز عورت نے اس کا بشدّت انکار کیا۔ لیکن آخر جب مَیں نے اُسے مجبور کیا کہ اپنے ساتھ کی عورت سے جو ایرانن تھی اور چھ ماہ کے قریب مرزا عباس علی کے پاس رہ آئی تھی، اِس بارہ میں پوچھے تو اول تو اُس ایرانن عورت نے جو خود بھی پکی بہائی تھی جواب دینے سے انکار کیا لیکن آخر مجبور کرنے پر کہا دو شادیوں کا ذکر تو آتا ہے مگر بہاء اللہ نے لکھا ہے کہ میرے کلام کی جو تشریح مرزا عباس علی کریں وہی درست ہو سکتی ہے اور انہوں نے یہی تشریح کی ہے کہ ایک ہی شادی کرنی چاہیے اِس پر اُس انگریز عورت نے کہا کہ دیکھیے بات حل ہو گئی۔ مَیں نے کہا اول تو یہ غلط ہے کہ دو کا مطلب ایک ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر یہی مطلب ہے تو پھر اِس سے پوچھو کہ کیا وجہ ہے کہ بہاء اللہ نے خود بھی دو شادیاں کیں۔ اِس سوال پر اُس ایرانن عورت نے پھر عذر معذرت شروع کی۔ مگر آخر کہنے لگی ہاں! دو شادیاں کی تھیں۔ مگر دعوٰی کے بعد ایک بیوی کو انہوں نے بہن قرار دے دیا تھا۔ اِس پر پھر اُس انگریز عورت نے خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن مَیں نے کہا تمہارا عقیدہ ہے کہ امام کو دعوٰی سے پہلے بھی ہر بات کا علم ہوتا ہے۔ اگر بہاء اللہ کو یہ علم تھا کہ مجھے بیوی کو بہن قرار دینا پڑے گا تو انہوں نے دوسری شادی کیوں کی؟ مگر وہ انگریز مُصِر رہی کہ بس! یہ جواب کافی ہے۔ اِس پر مَیں نے اُسے کہا کہ اپنی بہائی بہن سے جو ایرانن ہے پوچھو کہ کیا اس بہن کے بطن سے بہاء اللہ کے ہاں اولاد بھی ہوئی تھی یا نہیں؟ اِس پر وہ کہنے لگی آپ تو گالیاں دینے لگ گئے ہیں۔ مَیں نے کہا یہ گالیاں نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ تم اِس بہائی بہن سے پوچھو کہ کیا دعوٰی کے بعد بہاء اللہ کے ہاں اس دوسری عورت سے اولاد ہوئی یا نہیں؟ اِس دفعہ اُس ایرانن نے دیر تک جواب دینے سے انکار کیا۔ مگر آخر تسلیم کر لیا کہ دوسری بیوی سے دعوٰی کے بعد بھی ان کے ہاں اولاد ہوئی تھی۔ جس پر وہ انگریز عورت غصہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مَیں نے کہا بہاء اللہ کو ہم اِسی صورت میں مان سکتے تھے کہ قرآن کریم کے ساتھ ہماری دینی ضروریات پوری نہ ہو سکتیں اور بہاء اللہ وہ ضرورت پوری کر دیتے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور اُدھر کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں ہے جسے اسلامی شریعت پوری نہ کر سکے تو پھر ان کو ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پس اگر کوئی مدعی پہلے نبی کے قائم کردہ امور کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے آتا ہے تو ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ اُس تسلسل کو قائم رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر اُن کاموں کو پورا کرتا ہے اور اُس کی جماعت کو ساتھ لے کر اُسے ترقی کی طرف لے جاتا ہے تو ہم اُسے مان لیں گے۔ لیکن اگر وہ نیا دعوٰی پیش کرتا ہے اور نیا رستہ اختیار کرتا ہے تو ہم اُس سے پوچھیں گے کہ وہ کیا نئی چیز ہے جو تم خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے ہو اور جو پہلے موجود نہ تھی۔ یعنی جو پچھلا نبی آیا اُس کے ذریعہ لوگوں کو نہ ملی۔ یہ دونوں باتیں ضروری طور پر ایسے نکمّے وجودوں کی حقیقت ظاہر کر دیتی ہیں اور کوئی سمجھدار انسان ان کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مگر ساری دقتیں دینی علم نہ ہونے اور عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ جب کبھی پدبھیڑے[1] کی طرح ایسے لوگ کھڑے ہوتے ہیں تو کچھ بیوقوف انہیں ایسے مل جاتے ہیں جو اُن کو کھمب سمجھ لیتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں جو جُھوٹے مدعی کھڑے ہوئے تھے وہ کچھ نہ کچھ تعلیمیں بھی پیش کرتے تھے۔ خواہ وہ تعلیمیں کیسی ہی بے ہودہ ہوتی تھیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دعوٰی پیش کرنے کے بعد اِس بات کا مطالبہ ہوگا کہ تم لائے کیا ہو۔ لیکن آجکل مصیبت یہ ہے کہ نہ تو نئی شریعت لانے کا دعوٰی کیا جاتا ہے، نہ پرانی شریعت کی تفصیلات پر نئی روشنی ڈالنے کا جس کے بغیر ایمان اور عمل لوگوں کا ناقص تھا۔ نہ سابقہ نبی کی تعلیم کا تسلسل قائم رکھنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ بلکہ صرف یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ خدا نے ہمارا یہ نام رکھ دیا ہے۔ اِس پر جماعت میں سے کچھ لوگ ایسے نام کے ڈر کی وجہ سے یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ یہ غور کے قابل بات ہے حالانکہ وہ بات قابلِ غور نہیں ہوتی بلکہ ان لوگوں کی حالت قابلِ غور ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اِتنا بھی نہیں جانتے کہ اِس وقت خدا تعالیٰ نے اِس قسم کا مدعی کیوں بھیجا ہے اور اِس کی ضرورت کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سینکڑوں اور ہزاروں مسائل میں اِتنی اصلاح کی کہ عام لوگ کہنے لگ گئے کہ آپ کوئی نیا دین لائے ہیں۔ حالانکہ آپ کوئی نیا دین نہیں لائے تھے۔ بلکہ لوگ اصل دین کی سب باتیں چونکہ بُھول چکے تھے یا اُن کو بگاڑ چکے تھے۔ اِس لیے جب وہی باتیں اصل صورت میں اُن کے سامنے

پیش کی گئیں تو وہ اُنہیں نئی سمجھنے لگ گئے۔ لیکن جُوں جُوں اُنہیں معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے اصلاح کر کے جو تعلیم پیش فرمائی ہے وہی اصل دین ہے تو اسے مانتے جا رہے ہیں۔ مثلاً حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کا اقرار بڑے بڑے علماء کر رہے ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کے نئے نئے معارف بیان کیے۔ پہلے لوگ کہتے تھے کہ جو تفسیریں لکھی جا چکی ہیں اُن سے باہر کوئی معنی کرنا جائز نہیں۔ مگر اب دوسرے لوگ بھی یہ کوشش کرتے رہتے ہیں کہ نئے نئے مطالب بیان کریں۔

غرض کوئی ایک اصلاح نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درجنوں اور بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں غلطیاں ہیں جو آپ نے نکالیں اور بتایا کہ اِن سے یہ یہ نقصان پہنچا ہے۔ پھر جو اصلاح فرمائی اب دنیا اُسی طرف آ رہی ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ آپ کے آنے کی خاص ضرورت تھی اور ایک عظیم الشان کام تھا جو آپ کے سپرد کیا گیا۔ مگر اب دعوٰی کرنے والے صرف یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم پر یہ تجلّی ہوئی اور یہ الہام ہوا ہے، کر کے کچھ نہیں دکھاتے اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کے سپرد اصلاح کا کیا کام کیا گیا ہے۔ یہ علمِ عربی نہ جاننے اور دین کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اور اِسی وجہ سے ایسے مدعیوں کو کچھ ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں جو اُن کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دیتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد عربوں میں بھی کئی مدعی کھڑے ہو گئے تھے۔ گو وہ جھوٹے تھے مگر کچھ نہ کچھ ثبوت تو اپنے دعوے کے متعلق پیش کرتے تھے۔ گو وہ کیسا ہی بیہودہ ہوتا تھا۔ یہ تو نہ کہتے کہ ہم مامور ہیں، ہم پر خدا کی کامل تجلّی ہوئی ہے مگر اِس کا ہم کوئی ثبوت نہیں دیتے۔ کچھ اَور نہیں تو وہ یہی کہہ دیتے کہ ہمارے دعوٰی کا ثبوت یہ ہے کہ ہم دو من لکڑیاں پھاڑ سکتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں ایک شخص محمد بخش ہوتا تھا۔ تھی تو یہ لغو ہی بات مگر مناسبت کی وجہ سے اِس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک لڑکے نے اُسے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو غَیر زبانوں میں بھی الہام ہوتے تھے تم جو دعوٰی کرتے ہو کیا تمہیں بھی ایسے الہام ہوتے ہیں؟ اُس نے کہا ہاں! مجھے بھی انگریزی میں یہ الہام ہوا ہے کہ

"آئی وٹ وٹ"۔ لڑکے نے کہا۔ یہ تو کسی زبان کا کوئی با معنی فقرہ نہیں۔ کہنے لگا یہ خدا کی انگریزی ہے تمہاری انگریزی نہیں۔ یہ کیسی لغو بات تھی مگر دعوٰی کی مناسبت کے لحاظ سے اُس نے دلیل تو دی۔ مگر مصلح موعود ہونے کا دعوٰی کرنے والوں کی یہ دلیل تو اِتنی بھی مناسبت نہیں رکھتی کہ چونکہ جماعت بگڑ گئی ہے اِس لیے ہم کھڑے ہوئے ہیں اور جماعت کے بگڑنے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ہمیں نہیں مانتی۔ یہ بھی جماعت کے بگڑنے کا کوئی ثبوت ہے؟ کوئی نہ کوئی عقائد کی خرابی یا تعلیمات کی خرابی پیدا ہوتی ہے تب خدا تعالیٰ جماعت کی اصلاح کے لیے مامور بھیجتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی اور نہ تنزل کے کوئی آثار ہیں جن سے یہ سمجھا جائے کہ جماعت گرنے لگی ہے۔ غرض ان کے دعوٰی اور دلیل میں کوئی بھی مناسبت نظر نہیں آتی۔ مگر محض اِس لیے انہیں قرآن اور حدیث نہیں آتی ایسا دعوٰی کر دیں گے اور درجن دو درجن بیوقوف اُن کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اِس قسم کی خرابیوں کا علاج یہی ہے کہ ہم اپنی جماعت میں زیادہ سے زیادہ عربی تعلیم جاری کریں، عربی تمدن جاری کریں تا کہ لوگ اِس قسم کا دھوکا نہ کھائیں جو بِالبداہت دھوکا ہو"۔

(الفضل 5 / جولائی 1944ء)

---

1 : **پد بھیڑے**: ایک قسم کی (چھتری نما) جڑی بوٹی جو برسات کے دنوں میں زمین سے نکلتی ہے (پنجابی اردو لغت مرتبہ تنویر بخاری صفحہ 343 اردو سائنس بورڈ اپر مال لاہور)